ایک تاریخی جائزہ اور عبرت انگیز مرقع

پاکستان
اور
کانگریسی علما کا کردار

مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی

مکتبہ الرضا اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور

ایک تاریخی جائزہ اور عبرت انگیز مرقع

پاکستان

اور

کانگریسی علماء کا کردار

مولانا ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی

مکتبہ الرضا اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور

قیمت [illegible] روپے

کانگریسی علماء کا کردار

جھلکیاں

- آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ مذہب سے نہیں بنتیں۔ (مدنی)
- پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی۔ (آزاد)
- کسی مسلم لیگی کو لڑکی دینا جائز نہیں (مفتی محمود)
- احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا وطن نہیں۔ (بخاری)
- جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں (بخاری)
- دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔ (حبیب الرحمٰن لدھیانوی)
- یہ قائدِ اعظم ہے کہ ہے کافرِ اعظم (مظہر علی اظہر)
- احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔ (چوہدری افضل حق)
- عائلی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود پیش پیش ہیں۔ (حمزہ)
- مفتی محمود نے وزیر تجارت سے ۵ ہزار روپے وصول کیے۔ (مولانا فرید احمد)

احوالِ واقعی

یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے جذبۂ اسلام سے سرشار ہو کر قائد اعظم رح کی قیادت میں حصول پاکستان کیلئے فقید المثال قربانیاں دیں اور بفضلِ تعالیٰ انگریزوں، ہندوؤں اور کانگریسی مسلمانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک کی حیثیت سے اجاگر ہوا۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد وہ تمام عناصر جو نظریۂ پاکستان کے سخت مخالف تھے، ایک سیلاب کی طرح امنڈ کر پاکستان میں آ پہنچے اور پاکستان کیخلاف خفیہ سازشوں میں مصروف ہو گئے اور فضائے پاکستان انکی شر انگیزیوں اور ہوس ناکیوں سے زہر آلود ہو گئی۔ اور ابتک یہ تخریبی عناصر اس اسلامی مملکت میں اپنی مخالفانہ اور معاندانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

ہماری نئی نسل شاید اس تلخ اور المناک حقیقت کا تصور بھی نہ کر سکے کہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے کانگریسی علما کا ایک مختصر سا گروہ قومی تاریخ کو مسخ کرنے کی زبردست سازشیں کر رہا ہے، اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کی مخالفت صرف انگریزوں اور ہندوؤں نے کی تھی حالانکہ پاکستان کی مخالف جماعتوں میں کانگریسی علما کی "جمعیت علمائے ہند" پیش پیش تھی، مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جیسے موقع پرست اور دین فروش مولویوں نے تحریک پاکستان کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنے مناصب حقیقی، اپنے فرائضِ خصوصی، اپنے امتیازاتِ مقدسہ اور حمیاتِ اسلامی کو گاندھی، نہرو اور

سرداروں پٹیل کے جوتوں میں ڈال دیا تھا اور تعاون بالمشرکین کیلئے احادیث کے ذخیروں کو کھنگال ڈالا اور وہ موشگافیاں کیں کہ آیاتِ قرآنی تلملا اٹھیں اور اور ہندوستان میں ہندو سیکولرازم کی نظری حیثیت کو چیلنج کرنے کے علی الرغم سیکولرازم اور اکھنڈ بھارت کی تائید پر زور صرف کر دیا۔

یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آج مفتی محمود اور انکے رفقاء قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اپنی شکست کا انتقام لینے اور گاندھی و نہرو کی پلید روحوں کو خوش کرنے کے لئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ مل کر ملک میں انتشار و افتراق کی فضا پیدا کر رہے ہیں اور پاکستان کے بدترین دشمنوں اور سخت ترین مخالفوں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کو پاکستان کی جنگِ آزادی کا ہیرو قرار دے رہے ہیں تاکہ عوام تحریکِ پاکستان کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں چنانچہ حال ہی میں مشہور کانگریسی عالم مولانا حسین احمد مدنی کے بیٹے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسعد مدنی پاکستان کے دورے پر آئے (عوام میں مشہور ہے کہ وہ مسز اندرا گاندھی کی خصوصی ہدایات پاکستان میں رہنے والے بھارتی ایجنٹوں اور کانگریسی نمائندوں کو پہنچانے اور کچھ لینے اور کچھ دینے آئے تھے) ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ء بروز جمعہ ابن قاسم باغ قلعہ کہنہ ملتان پر نام نہاد جمعیت العلماءِ اسلام ہزاروی گروپ نے اسعد مدنی کی آمد پر ایک جلسۂ عام کا اہتمام کیا جس میں لائلپور کے مولوی ضیاء القاسمی نے پاکستان کے بدترین دشمن مولوی حسین احمد مدنی اور ان کے رفقاء کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ "مولانا حسین احمد مدنی جنگِ آزادی کے عظیم ہیرو تھے اور

پاکستان کے قیام کے لیئے انھوں نے ہی زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے جگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جاتا اور یوں پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ اور مولانا مدنی کی کوششوں نے ملتِ اسلامیہ کو نشاۃ ثانیہ عطار کی۔" حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ پاکستان کے سخت مخالف اور کانگریس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد آل انڈیا کانگریس کے صدر اور مولانا حسین احمد مدنی صوبہ یوپی کانگریس کے صدر تھے، ان کی تمام خدمات گاندھی اور نہرو کے لادینی نظام کے قیام کے لئے وقف تھیں اسلام کے لیے نہیں۔ وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ کانگریسی علمار کی پاکستان دشمنی کو بے نقاب کرنا اور عوام کو ان کے داغ دار ماضی سے آگاہ کرنا ازحد ضروری ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے کہ قیام پاکستان سے قبل کانگریسی علمار کے پاکستان کے خلاف کیا جذبات تھے اور آج بھی یہ پاکستان دشمن مولوی اپنے سینوں میں کن خطرناک عزائم کو چھپائے ہوئے ہیں اور یہ ناگنیں جو اب ہماری آستینوں میں آن بیٹھی ہیں ان کی افترا پردازی اور بہتان تراشی کے زہریلے ڈنک سے بچنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیئے، اس پمفلٹ میں ہندوؤں کے عزائم اور کانگریسی علمار کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے جو مختلف اخبارات، رسائل و کتب سے مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام ان نام نہاد کانگریسی مولویوں کے قیام پاکستان سے قبل کے کردار اور موجودہ انداز کا اس پمفلٹ کے ذریعے جائزہ لے سکیں گے۔

"ضیار المجاہدی نقشبندی مجددی"

محرکاتِ پاکستان

انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ہندوؤں کے عزائم کیا تھے؟
وہ ہندوستان میں کونسا راج قائم کرنا چاہتے تھے! اسلام اور مسلمانوں کیخلاف
ان کے جذبات کیا تھے؛ ذیل میں دیئے گئے ہندو کانگریسی لیڈروں کے بیانات
سے ہندوؤں کے عزائم اور ناپاک ارادوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جس سے
ہندوؤں کے تعصب، تنگ نظری اور مسلمانوں سے بغض و عناد کا اظہار ہوتا ہے

"مہاتما گاندھی اور گاؤ رکھشا"

مہاتما گاندھی نے جسے ہندو سچائی کا مجسمہ اور اہنسا (عدم تشدد) کا اوتار
کہہ کر پکارتے ہیں ۱۹۱۸ء میں گاؤ رکھشا کے متعلق کہا تھا کہ :-
"یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ یورپین کیلئے گاؤ رکھشا جاری رکھنے کی بابت
ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے، میں جانتا ہوں کہ اُن کا غصہ اُس خوف کے
نیچے دب رہا ہے جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے۔ مگر ایک ہندو بھی
ہندوستان کے طول وعرض میں ایسا نہیں ہے جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤ
کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندو مت (عیسائی یا مسلمان)
کو تلوار کے ذور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کریں۔"

(اسٹیشمین ۱۹۴۸ء بحوالہ طلوع اسلام مارچ ۱۹۷۰ء)

لالہ ہردیال اور ہندو راج

کانگریس کے مشہور ہندو لیڈر لالہ ہردیال کہتے ہیں کہ :- "پس اگر ہندوستان

کو کبھی آزادی ملی تو یہاں ہندو راج قائم ہوگا۔ نہ صرف ہندو راج قائم ہوگا بلکہ مسلمانوں کی شدھی اور افغانستان کی فتح وغیرہ۔ باقی آدرش بھی پورے ہو جائیں گے

(روزنامہ ملاپ، ۱۲ر جنوری ۱۹۲۵ء)

سردار پٹیل کا نعرہ

سردار پٹیل نے اپریل ۱۹۴۷ء میں احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:-

"جو لوگ ایک جدا گانہ قومیت کے متمنی ہیں ان میں سے نوّے فی صدی وہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں۔ اس لیے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کیے جا سکتے تو یہ اُن لوگوں کا قصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے ہیں۔"

(ہندوستان ٹائمز ۱۶ر اپریل ۱۹۴۷ء)

ہندو مہا سبھا کے نائب صدر ڈاکٹر رادھا مکرجی کا بیان

ہندو مہا سبھا کے نائب صدر اور بنگال میں کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا مکرجی نے آل انڈیا ہندو ویدک یوتھ کانفرنس لاہور کے خطبہ صدارت میں کہا تھا کہ:-

"ہندوستان کو نظریہ اور عمل دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے۔ جس کا کلچر ہندو، جس کا مذہب ہندو، اور جس کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو۔"

(طلوع اسلام دسمبر ۱۹۳۸ء)

ہندو اخبارات کی اسلام دشمنی کا مظاہرہ

ذیل میں ہندوؤں کے مشہور اخبارات روزنامہ ملاپ اور آریہ مسافر کے اداریے ہندوؤں کے ناپاک عزائم کی وضاحت کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

کیا ہندوؤں نے تاریخ سے کچھ سبق نہیں سیکھا، جسطرح نیپال میں ہندو تہذیب ہے اسی طرح افغانستان اور سرحد پر بھی ہندو سنگھٹائیں ہونی ضروری ہیں، ورنہ سوراجیہ حاصل کرنا بے سود ہوگا، پہاڑی قومیں ہمیشہ بہادر اور بھوکی ہوتی ہیں، اگر وہ ہماری دشمن بن جائیں تو ملک بالکل بیکسی کی حالت میں رہ جائے گا۔ اور پھر نادر شاہ اور زماں شاہ کا زمانہ شروع ہوگا، اب تو انگریز افسر سرحد کی حفاظت کر رہے ہیں لیکن کیا ہندوؤں کے ملک کو بچانے کیلئے سمندر پار سے افسر آتے رہیں گے، اگر ہندوؤں کو اپنی رکھشا کرنی منظور ہے تو اپنے پاؤں خود ہلانے پڑیں گے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کی یادگار میں افغانستان اور سرحد کو فتح کر کے تمام پہاڑی قبیلوں کی شدھی کرنا ہوگی، اگر ہندو اس فرض سے غافل رہیں گے تو پھر اسلامی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے گی۔ (ہندو اخبار روزنامہ ملاپ ۲۲ جولائی ۱۹۲۸ء)

ملکی اور مذہبی نقطہ نظر سے مسلمانوں کو ویدک دھرم اور ویدک تہذیب کے نزدیک لانا از حد ضروری ہے، جب تک مسلمان سرزمین حجاز کے عاشق ہیں، عرب کی سرزمین اور کھجوروں پر جان نثار کرتے ہیں اور زمزم کو گنگا پر ترجیح دیتے ہیں، وہ ہندوستان سے محبت نہیں کر سکتے، اسلئے ملک میں ایک قوم پیدا کرنے کیلئے لازمی ہے کہ ہم ویدک دھرم کا پیغام جلد از جلد ان تک پہنچائیں۔

(آریہ مسافر ۵ مارچ ۱۹۲۸ء)

مذکورہ بالا ہندو کانگرس لیڈروں کے بیانات اور ہندو اخبارات

کے اداریوں سے ہندو قوم کے ناپاک ارادوں اور عزائم کی نشان دہی ہو جاتی ہے اور ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور کی دولت سے نوازا ہے۔ وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے بارے میں مخلص نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اکابرین نے محسوس کیا کہ ہندوؤں کے تیور صحیح نہیں ہیں، چنانچہ حضرتِ قائدِاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوا، ایک عظیم الشان اور انقلاب آفرین جد وجہد کے بعد مسلم لیگ نے پاکستان کی جنگ جیت لی۔ لیکن کفر اور اسلام کی جنگ میں کانگریسی مولویوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

قومیت اور اسلام

قرآنِ حکیم کی رو سے قومیت کی بنیاد وطن، نسل اور رنگ وغیرہ نہیں ہے بلکہ آئیڈیالوجی ہے اور جو لوگ قرآن پاک کے پیش کردہ فلسفۂ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ ایک قوم کے افراد ہیں، خواہ وہ ایک ہی وطن میں رہتے ہوں اور ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور جو لوگ قرآن مجید کے پیش کردہ نہ بدلنے والا نظریہ زندگی کے خلاف کسی اور نظریہ کے قائل ہوں وہ دوسری قوم کے افراد ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی اسلامی قومیت کی حقانیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

بنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

اور قائدِ اعظم رحمہ نے واضح طور پر اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا کہ "چونکہ مسلمان اپنے دین کی بنا پر ہندوؤں سے الگ ایک قوم ہیں اسلیئے ان کے لیئے ایک جداگانہ مملکت کا وجود ضروری ہے، جہاں مسلمان اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کے مطابق زندگی گذار سکیں"۔ ہندوؤں کی طرف سے قائدِ اعظم رحمہ کے اس مطالبہ کی مخالفت ناگزیر تھی، کیونکہ وہ تو ہندوستان کے مسلمانوں پر حکومت کرنے اور انکی شدھی کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کے بعض نام نہاد کانگریسی علماءٔ کی "جمعیۃ علمائِ ہند" کی طرف سے اسلامی قومیت کی مخالفت باعثِ حیرت ہے۔

متحدہ قومیت کا فتنہ

برصغیر پاک و ہند میں سلطنت مغلیہ کے شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں اپنے اقتدار کے استحکام کیلیئے متحدہ قومیت کی بنیاد رکھی جس کے خلاف امام ربانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ جہانگیری عہد میں متحدہ قومیت کے بُت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ ہندوستان کے انگریزی دورِ غلامی میں متحدہ قومیت کے مردہ کو گاندھی نے پھر زندہ کیا جس پر ابوالفضل اور فیضی جیسے دین فروش علمائے سُو ایمان لے آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ابوالفضل اور فیضی نے شہنشاہ اکبر کے "دینِ الٰہی" کی حمایت میں قرآن وحدیث میں تحریفیں کی تھیں اور دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر ناموسِ رسالت ﷺ کو قربان کر دیا اسی طرح گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی

مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء قرآن وحدیث کو غلط معنی پہنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے رہے ہیں اور گاندھی و نہرو کی قیادت میں لادینی نظام کے قیام کیلئے کوشاں رہے لیکن بفضلہ تعالےٰ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قائدِ اعظم کی قیادت میں متحدہ قومیت کے فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

تحریکِ پاکستان کا پس منظر اور اس کے حقیقی عناصر

تحریکِ پاکستان محض تقسیم ملک کا نام نہیں بلکہ احیائے اسلام کی ایک کوشش بھی تھی، برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ہمیشہ یہ چھپتا ہوا احساس موجود رہا کہ ان کا نظمِ اجتماعی اسلامی بنیادوں پر استوار نہیں ہے، ان کی سیاسی معاشرتی زندگی اور ان کے افکار و خیالات، نظریات و معتقدات و تصورات کے درمیان بُعد پایا جاتا ہے، اس بُعد کو دُور کرنے کیلئے تاریخ کے ہر دَور میں مسلمانوں نے مختلف طریقوں سے جدوجہد کی، کبھی یہ تحریک امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر کی صورت میں ظاہر ہوئی اور کبھی یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی سرگرمیوں اور تجدیدی کوششوں کا روپ دھار کر ابھری، مسلمانوں کے زوال کے بعد یہ تحریکِ احیائے اسلام ایک تسلسل کے ساتھ چلتی رہی، اس تحریک کے زیرِ اثر اُمت کے نامور ائمہ اور صلحائے نے بیش بہا قربانیاں دیں۔

تحریکِ خلافت کی ناکامی کے بعد مسلمانوں میں یاس و قنوطیت کی فضا پیدا ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اشتراکیت، اشتمالیت، وطنیت، قومیت اور

سیکولر جمہوریت کے نعرے سنائی دے رہے تھے، حساس اور ایثار پسند مسلم نوجوان انہوں سے مایوس ہو کر ان غیر اسلامی نعروں کو اپنا رہے تھے، انتشار اور پراگندہ خیالی کا یہ عالم تھا کہ ہر ایک نئے نعرے کو اسلام سے منسوب کرتا اور ذہنی پستی و مغرب سے مرعوبیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ مغرب کی ہر چیز پر بلا سوچے سمجھے ایمان لاتے اور اسلام کی ہر چیز پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے، مسلمانوں کی یہ ذہنی کیفیت اور سیاسی ابتری نہایت قابلِ رحم تھی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے مسلمانوں کو کانگریس کے وطنیت اور قومیت کے پر فریب نعروں میں پھانسنے کیلئے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ ایسے نازک اور پر آشوب مرحلے پر مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابو الکلام آزاد اور دیگر جید علماء سے توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں گے، لیکن افسوس کہ ـــــ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ خود سیکولر جمہوریت اور وطنیت کے دامِ فریب میں مبتلا ہو گئے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی نہ کر سکے، وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی کانگریس کے دامِ فریب میں پھانسنے کی سعی کرتے رہے، جبکہ مسلمانوں کی حقیقی خواہش اور ذہنی رجحان یہ تھا کہ انھیں سب کچھ قبول تھا لیکن کسی قیمت پر کافرانہ اور مشرکانہ نظامِ حیات جس کی بنیاد الحاد پر مبنی ہو، اس کے تحت زندگی گذارنے کیلئے تیار نہ تھے، اس وقت مسلمان نہایت ہی غیر منظم، پراگندہ خیال اور انتشار کے عالم میں تھے۔ ان کی کوئی تنظیم نہیں رہ گئی تھی جو ان کی رہنمائی کرتی، مسلمانوں کی یہ بڑی بدقسمتی تھی کہ

جہاں سے انہیں احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کے لئے دعوت ملنی چاہیئے تھی وہاں سے انھیں وطنیت اور قوم کے اشتراک پر قومیت کی تشکیل کیلئے پیغام مل رہا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ سادہ دستاویز پر دستخط کر کے اپنی اور اپنی قوم کی ہنڈیا گاندھی کے ہاتھوں میں تھما چکے تھے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے تاریخ کے اس نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کیلئے اور قائد اعظمؒ جیسی عظیم شخصیت کو منتخب فرمایا، اور برِصغیر پاک و ہند کے مسلمان قائد اعظمؒ کی قیادت میں انگریزوں اور کانگریسیوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک عظیم اسلامی ملک بن کر اجاگر ہوا۔

تصوّرِ پاکستان

قائدِ اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی نظر میں

آج کل نظریۂ پاکستان کے دیرینہ مخالفین قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کی روحوں سے اپنی پیہم شکستوں کا انتقام لینے کیلئے ان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی عظمت و وقار کو کم کرنے کیلئے ناپاک کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ قائد اعظمؒ اور علامہ اقبال بھی اسلامی سوشلزم کے حامی تھے، اور قائدِ اعظمؒ پاکستان میں اسلامی سوشلزم کے قیام کے خواہاں تھے جو سراسر غلط ہے ذیل میں قائد اعظمؒ اور علامہ اقبال کی تقاریر

کے چند اقتباسات درج کئے جا رہے ہیں جن سے ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ قائدِ اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام پر یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کے تمام مسائل و مشکلات کا حل اسلام ہی کو سمجھتے تھے اور اسلام ہی ابتداء سے پاکستان کا نصب العین تھا۔

★ اگست ۱۹۴۱ء میں قائدِ اعظمؒ جب حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو اُن سے "اسلامی حکومت کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلباء کو بتلایا کہ:۔ "اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ اس میں اطاعت و وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کے لئے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی اور شخص اور ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی و پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن کے اصول و احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کیلئے بہر حال آپ کو علاقہ اور سلطنت کی ضرورت ہے۔ مسلم لیگ کی تنظیم اس کی جد و جہد، اس کا رُخ اور اس کی راہ سب اس سوال کے جواب ہیں۔" (قائدِ اعظم محمد علی جناح صفحہ ۵۴)

★ قائدِ اعظمؒ قرآن حکیم اور سنتِ نبوی کے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ:۔

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُس اسوہ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم جمہوریت کی بنیاد صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔" (شاہی دربار بلوچستان ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء بحوالہ آئین ۲ مارچ ۲۴۹)

مفکرِ اسلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

"اسلام ایک زندہ قوت ہے جو ذہنِ انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ مذہب کو فرد اور سیاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی حیثیت حاصل ہے" اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دارو مدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور منفرد تہذیب کے حامل بن سکیں یا کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطورِ تمثیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اس کے نظامِ سیاست کی بجائے ان قومی نظامات کو اختیار کریں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔" (خطباتِ اقبال رح)

برادرانِ اسلام! غور فرمایئے کہ قائدِ اعظم رح اور علامہ اقبال نے کس طرح واشگاف الفاظ میں اِس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد صرف قرآن و سنت پر مبنی ایسے اسلامی نظام کے قیام کے لئے تھا جس میں مسلمان اور دیگر اقوام امن و سکون کی زندگی گذار سکیں اور اسی نصب العین کے پیشِ نظر برصغیر کے مسلمانوں نے عدیم المثال قربانیاں دیں۔

کانگریسی مولویوں کا کردار قیامِ پاکستان سے پہلے

ہماری قومی زندگی کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد ملک میں اُن حضرات نے بھی قومی قیادت اور مذہبی امارت

کے تاج پہن لئے ہیں جو دن رات تحریکِ پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور جوش مخالفت میں خدا کے دین کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کی، پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی آج کل نئے نئے روپ دھار کر اور نئے نئے بھیس بدل کر نئے نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے نام پر عوام کو اسی طرح گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جس طرح قیام پاکستان سے قبل اسلام کے نام پر مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت دیتے رہے حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی مولویوں نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ اپنے سابقہ نظریات کی تبلیغ سے باز نہیں آئے، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے قائداعظم رح کو کافر اعظم کہا تھا اور گاندھی، نہرو اور پٹیل کے چرنوں میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا سودا کیا تھا۔

ہم سمجھتے تھے کہ شاید پاکستان بن جانے کے ۲۲ سال بعد ان لوگوں نے اپنی ذہنیت کو بدل لیا ہوگا اور بھارت کے مسلمانوں پر ہندوؤں کے وحشت ناک مظالم دیکھ کر اپنی سابقہ غلطی کا اعتراف کر لیا ہوگا۔ اور یہ بات ان پر عیاں ہو گئی ہوگی کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی سیاست بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ وہ بہر حال غلطی پر تھے۔ لیکن رسی جل گئی بل نہیں گئے کے مصداق ان لوگوں کی ذہنیت اب بھی نہیں بدلی ہے۔ یہ لوگ آج بھی قائدِ اعظم رح اور علامہ اقبال رح کے مقابلہ میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی سیاسی برتری ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی علمیت تسلیم لیکن سیاسی لحاظ سے بہرحال یہ لوگ

گمراہی کا شکار تھے اور ان کی جاہلیت و نااہلیت سے اسلام کو عظیم نقصان پہنچا اور کفر کو بے حد فائدہ حاصل ہوا۔ آج جمعیت علماءِ اسلام (ہزاروی گروپ) کے رہنما کامریڈ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور انکے دیگر ساتھی اپنی برتری اس انداز میں ثابت کرتے ہیں کہ انھوں نے انگریز کی غلامی سے مسلمانوں کو آزاد کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، لیکن صاحبِ علم حضرات پر یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ کانگریسی مولوی برِصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نکال کر ہندوؤں کی بدترین غلامی میں پھنسا دینا چاہتے تھے، گویا آگ سے بچا کر تباہی کی طوفان خیز موجوں میں دھکیل دینا چاہتے تھے، ان لوگوں کے نزدیک ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ سب ایک قوم تھے، قائدِ اعظمؒ ان کے نزدیک "کافرِ اعظم" تھے اور گاندھی، نہرو اور پٹیل کو وہ اپنا ان داتا تسلیم کرتے تھے۔

یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ لوگ نظریۂ پاکستان کے سخت مخالف تھے اور آج تک ان کانگریسی مولویوں نے پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ بجائے اس کے یہ لوگ اپنی غلطی کو تسلیم کر کے عوام سے معافی مانگتے اور بصدق دل سے اسلام کے فروغ اور پاکستان کے استحکام کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے، اس کے برعکس ہٹ دھرمی سے کام لے کر گرگٹ کی طرح ایک نیا رنگ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی عیاری اور مکاری سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں ہم نے ملتِ اسلامیہ کے مفاد کے خلاف پاکستان کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی۔

اگرچہ کانگریسی مولویوں کی ہندوانہ ذہنیت بدلی نہیں جا سکتی لیکن ہم

اس نے باوجود ان کے سابقہ کرتوتوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے انھیں بے نقاب کرتے رہیں گے تاکہ مسلمانوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ان کانگریسی مولویوں نے کس طرح دنیوی مفاد کے حصول کی خاطر خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر پاکستان کی مخالفت کی اور اسلام کو گاندھی، نہرو اور پٹیل کے جوتوں پر قربان کر دیا اور دین و ملت کو کتنا نقصان پہنچایا، اور ان کی موجودہ غلط روش سے اسلام اور پاکستان کو کن خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ذیل میں ہم کانگریسی علماء کی تحریریں اور بیانات مختلف اخبارات و رسائل اور کتب سے نقل کر رہے ہیں جن سے ان کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

تحریکِ پاکستان اور اُس کی قیادت پر نارواحملے!

دار العلوم دیوبند کے مہتمم اور صدر مدرس، کانگریس کی ہمنوا "جمعیۃ العلماءِ ہند" کے صدر مولانا حسین احمد مدنی کی تقریریں اور فتوے۔

(۱) "ہندو مسلم بھائی بھائی" — "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے، ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے۔" (زمزم ۷ر جولائی ۱۹۳۸ء)

متحدہ قومیت اور قرآن

مولانا حسین احمد مدنی، گاندھی کی متحدہ قومیت کی حمایت میں آیاتِ قرآنی کو غلط معنی پہنا کر اس کے جواز کے لئے لفظِ قوم پر بحث کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ "جس جگہ یہ لفظ مضاف واقع ہوا ہے اور مضاف و مضاف الیہ پیغمبر یا مسلمان ہے اور کلام غیر مسلم کے متعلق ہے تو یقیناً اس جگہ پر مشرکوں اور کفار کا پیغمبر یا مسلمانوں کے ساتھ قومیتِ متحدہ میں منسلک ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ کذبت قوم نوح المرسلین کذبت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرس ...... الخ (متحدہ قومیت اور اسلام ص۱۵)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہتان

"جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے چودہ برس گذر جانے کے بعد مدینہ منورہ میں وہاں کے اور اپنے ساتھ کے مہاجر و انصار مسلمانوں اور مدینہ کے یہودیوں کو ملا کر ایک متحدہ قوم اور متحدہ اُمت بنائی اور نہایت مفصل عہد نامہ اس امر کے متعلق تحریر فرمایا اور اس میں تحریر کر دیا گیا کہ مشروط اور مذکورہ امور میں دشمنوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک اُمت متحدہ ہونگے مگر ہر ایک اپنے اپنے مذہب کا پابند ہوگا"۔ (متحدہ قومیت اور اسلام ص۴۴)

قومیں اوطان سے بنتی ہیں

مولانا حسین احمد مدنی نے فتویٰ صادر کیا کہ "آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتی ہیں"۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص۲۸)

اِس فتویٰ پر حضرت علامہ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل اشعار فرمائے :۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقامِ محمدِؐ عربی است

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت مولانا ظفر علی خانؒ اس پر یوں رقمطراز ہوئے ؎

حسین احمد سے کہتے ہیں حذف ریزے مدینے کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر

حضرت اسد ملتانی بھی اس موقع پر خاموش نہ رہ سکے اور یوں بولے ؎

ہوا ہے مولویوں کو یہ کیا مرے مولا — لگا رہے ہیں جو وہ مالوی کو سینے سے
یہ مولوی مدنی سے کوئی ذرا پوچھے — مدن سے آپ کو نسبت ہے یا مدینے سے

مسلم لیگ بے دین ہے

مولوی محمد میاں ناظم جمعیۃ العلماء ہند لکھتے ہیں کہ :-

"مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل رہی ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے وہ کانگرس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں پہنچ رہا ہے" (مولانا ظفر احمد صاحب کے فتوی پر تبصرہ ص۹)

یہی مولوی محمد میاں کانگرس کی حمایت میں کہتے ہیں کہ :-

"کانگرس کے ساتھ اشتراک عمل جہاد آزادی میں اشتراک عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت و حیات کا مدار ہے"۔

(ایضاً)

مولانا حسین احمد مدنی ہندوستان کے باشندوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

"ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں" (متحدہ قومیت اور اسلام ص۵۳)

ناظرین کرام! غور فرمائیے کہ مولانا حسین احمد مدنی کس طرح قرآن و حدیث میں تحریف کر کے مسلمانوں کو کفار و مشرکین میں ضم کرنے کے لیے بیتاب نظر آتے ہیں :-

مولوی حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

"ہندو مسلمان باوجود اختلافِ مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں، ایسا اتفاق شریعت کے کسی قاعدے کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو اُن کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تقویت حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے۔

(جوازِ شرکت کانگریس ص۱)

مولوی احمد علی نائب مفتی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

"جہاں مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے مدد لینی جائز ہے، وہیں اپنے مخصوص مقاصد و اغراضِ صحیحہ کی بناء پر اُن کی امداد کرنی یا اُن کی حمایت کرنی یا ان کے جھنڈے کے نیچے لڑنا بھی شرعاً جائز ہے۔"

(جوازِ شرکتِ کانگریس ص۴۴)

مفتی محمد نعیم رکن جمعیۃ العلماء ہند کا عزم

مفتی محمد نعیم رکن جمعیۃ العلماء ہند مسٹر منشی کی تقریر جو انھوں نے لدھیانہ میں اکھنڈ بھارت کانفرنس میں کی سن کر بیتابانہ پکار اٹھے لبیک یا جبل لبیک۔ گھبرائیے نہیں، پاکستان کی ہم مخالفت کریں گے۔ یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔"

(ہندوستان ٹائمز ۸/۱۰/۴۴ء بحوالہ تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء)

مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیت العلماء ہند کے اکابرین نے تحریک پاکستان کی مخالفت کیوں کی؟ اس کی وضاحت قائداعظمؒ کے معتمد اور مسلم لیگی رہنما ایم اے ایچ اصفہانی نے اپنی تصنیف (Quid Azam as new him) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری کا اجلاس لاہور میں ہوا، جس میں مسلم لیگی لیڈروں نے تقریریں کیں۔ اس اجلاس میں مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی کفایت اللہ بھی تشریف لائے۔ انھوں نے قائداعظمؒ اور مسلم لیگ کی تحریک کو خوش آمدید کہا اور تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن آخری اجلاس میں ان حضرات نے تجویز پیش کی کہ مسلم لیگ جس پروگرام کو لے کر میدانِ سیاست میں اتری ہے اس کے لئے وسیع پروپیگنڈہ کی ضرورت ہے اور دیوبند کا حلقہ اس کے لئے پوری طرح تیار ہے بشرطیکہ مسلم لیگ ہمارے اخراجات برداشت کرے اور اس کیلئے کم از کم پچاس ہزار روپیہ درکار ہے۔ مگر اس وقت مسلم لیگ کے پاس تانبے کے چند سکے بھی نہ تھے۔ حضرتِ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ فی الحال لیگ کے پاس اتنا فنڈ نہیں ہے۔ اور نہ ہی مستقبل قریب میں اتنی رقم جمع ہونے کی امید ہے جب کبھی مسلم لیگ کے پاس مناسب فنڈ ہو گیا تو وہ ان کی امداد کر سکیں گے۔ قائداعظمؒ نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیں۔ اس واقعہ کے بعد یہ حضرات ہندو کانگریس کی حمایت کرنے لگے اور انھوں نے وہاں سے مالی امداد حاصل کی۔

(Page. 24.23)

مولانا ابوالکلام آزاد جمعیۃ علمائے ہند کے سرخیل تھے انھوں نے گاندھی ازم کی کس طریق سے حمایت کی، اور تحریک پاکستان کی کس انداز سے مخالفت کی، ان کے بیانات شہادت کیلئے کافی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد گاندھی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں کہ:- "مسٹر گاندھی نے جنگِ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں دونوں کو لٹا دیا۔ پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" اور بالنفسہ و بالاموالہم کے ہر دو مراحل جہادِ مقدس سے گذر چکے ہیں۔ یہ مسٹر گاندھی احق و عدالت کا عجیب سپہ سالار ہے۔" (مضامین مولانا آزاد ۱۹ بحوالہ الداعی شوال ۱۳۵۷ھ)

پاکستان کا لفظ ناپاک ہے۔!

مولانا ابوالکلام آزاد پاکستان کے سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:-

میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی میری طبیعت قبول نہیں کرتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ایک حصہ تو پاک ہے۔ باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر کسی قطعۂ ارض کی تقسیم غیر اسلامی اور روحِ اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا۔" الخ

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۷۶)

مفتی محمود صاحب جمعیت علماء ہند کے رہنما مفتی محمود کا فتویٰ

مفتی محمود صاحب جمعیت علماء ہند کے زبردست اور سرگرم کارکن رہے ہیں، آج کل مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی جمعیت علمائے اسلام پر بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے قبضہ کئے ہوئے ہیں، سابق سرخپوش اور کانگریسی ہیں،

سرحدی گاندھی عبدالغفار خان کی رفاقت پر انھیں بڑا ناز ہے، انھوں نے اپنے گرو سرحدی گاندھی کے ساتھ مل کر تحریک پاکستان کی مخالفت میں پورا زور صرف کر دیا۔ سرحد ریفرنڈم میں بھی اس شخص نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی لیکن جب خان عبدالقیوم خان سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے اور انھوں نے سرخپوشوں کیخلاف کارروائی کا پروگرام بنایا تو مفتی محمود بھاگ کر پنجاب چلے آئے اور اس وقت سے ملتان میں مقیم ہیں اور پاکستان کے خلاف خفیہ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ مفتی محمود نے تحریک پاکستان کی کس طرح مخالفت کی انکے معروف فتوے سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے، انھوں نے ۱۹۴۴ء میں فتویٰ دیا تھا کہ:۔

"دنیا کی تمام قوموں سے رشتے ناطے جائز ہیں لیکن کسی مسلم لیگی کو لڑکی دینا ناجائز ہے۔"

(اخبار آزاد ۱۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور یکم اگست ۱۹۶۲ء و تحریک اسلامی اور اس کے مخالفین صفحہ ۳۸۰)

سمجھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان مرحوم جو کہ سرحدی گاندھی کے بڑے اور حقیقی بھائی تھے انھوں نے اپنی لڑکی کی شادی فلائٹ لفٹیننٹ پنڈت جسونت سنگھ سے اسی فتوٰی کی بنا پر کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحریک پاکستان اور مجلس احرار

آل انڈیا مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کی وضاحت

"مسلمان سیاسی، مذہبی، تمدنی رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں کر سکتے اور مسلم لیگ کے کسی فیصلے کو اسلامی ہند کا فیصلہ

قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(رئیس الاحرار ص۲۸۲)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور کانگریس

پنڈت موتی لعل نہرو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر بیانی کے عاشق تھے۔ انھیں کے پروگرام کے مطابق شاہ صاحب کام کر رہے تھے۔ الٰہ آباد میں جب شاہ صاحب پنڈت موتی لعل نہرو کے ہاں پہنچے تو موتی لعل جی نے خود شاہ صاحب کے کھانے کا بندوبست کیا اور اپنے ہاتھ سے دونوں وقت چائے بنا کر پلائی، پنڈت جی بار بار شاہ صاحب سے کہتے ہیں شاہ صاحب کانگریس سینہ گرہ کی کامیابی صرف آپ ہی سے وابستہ ہے۔ کانگریس کی تحریک میں پنجاب کے احرار رہنماؤں کی شرکت اور شاہ صاحب کے دورہ کا یہ اثر ہوا کہ گاندھی اردن پیکیٹ کے بعد جب بھی احرار رہنما گاندھی جی سے ملنے گئے تو گاندھی جی نے اٹھ کر دروازے تک خود احرار رہنماؤں کی عزت و تکریم کی۔

(رئیس الاحرار ص۱۳۶-۱۳۷)

مولانا احمد سعید دہلوی نے کہا کہ "کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو، کاروانِ احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو، احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا وطن نہیں۔"

(خطبات احرار ص۹۹)

مسلم لیگ کو ووٹ دینے والے سؤر ہیں: سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا اعلان!

مولانا ظفر علی خان مرحوم اپنی تصنیف "چمنستان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجلس احرار کے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امروہہ میں

تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔" چمنستان (ص ۱۰۱)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا نہرو سے عشق!

مولانا ظفر علی خاں مرحوم فرماتے ہیں کہ مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے میرٹھ میں کہا کہ :-

دس ہزار جینا اور شوکت اور ظفر علی خاں جواہر لعل نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔" (چمنستان ص ۱۰۱)

غلام غوث ہزاروی کی زہر افشانی

۱۹۴۶ء میں ہندو اخبار روزنامہ ملاپ میں مولوی غلام غوث ہزاروی کا ایک بیان شائع ہوا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ :-

"مسلم لیگی لیڈر کافرہ لڑکیوں سے شادیاں رچا کر بھی مسلمان ہی رہتے ہیں، دراصل ان کی مسلمانی گوشت خوری کے لئے ہے۔"

(روزنامہ ملاپ ۲/۳/۴۶ بحوالہ سواد اعظم لاہور)

مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں

قاضی مظہر حسین چکوال والے نے کہا: "مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی انگریز کے ایجنٹ ہیں۔" (ایضاً)

قائد اعظم پر کفر کا فتوے

مجلس احرار کے صدر اور معروف شیعہ لیڈر مولانا مظہر علی اظہر نے موچی دروازہ لاہور میں غلام غوث ہزاروی کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

؏ "یہ قائدِ اعظم ہے کہ ہے کافرِ اعظم"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صہ۱۱)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا اعلان

مجلسِ احرار کے رہنما مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ :-

مسلم لیگ کا موجودہ رویہ خود مسلمانوں اور تمام ملک کیلئے نقصان دہ ہے اور اگر ان کا یہ رویہ جاری رہا تو قلیل عرصہ میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح کچل دیا جائے گا۔ مولانا نے مزید کہا مولانا آزاد اور پنڈت جواہر لعل نہرو کی بے عزتی کا نتیجہ مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا۔" (روزنامہ ملاپ ۲۵ ستمبر ۴۵ء)

قائد احرار چوہدری افضل حق اور پاکستان

مجلسِ احرار کے قائد جناب چوہدری افضل حق نے یکم دسمبر ۱۹۴۱ء میں "ڈسٹرکٹ احرار کانفرنس قصور" میں اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا کہ :-

"احرار اس پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔"

(خطباتِ احرار صہ۸۲ از شورش کاشمیری)

ماسٹر تارا سنگھ کو ہزاروی کی مبارکباد !

۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب اسمبلی کے سامنے ماسٹر تارا سنگھ نے کرپان لہرا کر کہا تھا کہ پاکستان کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی، تو غلام غوث ہزاروی نے ماسٹر تارا سنگھ کو مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیا اور اس کی جرأت دلیرانہ کی پر مبارکباد بھیجی، اسیر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے غلام غوث ہزاروی کو 'جعفرِ ثانی' اور

مفتی محمد حسن امرتسری نے ننگِ انسانیت کا خطاب دیا۔" واللہ اعلم بالصواب
(بحوالہ مضمون سیر و سفر ۹ اگست ۱۹۶۲ء)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء کا کردار

معروف مسلم لیگی عالم جو دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی مدیر صدق لکھنؤ لکھتے ہیں کہ:-

"دیوبند کے علماء اور طلباء کا ایک وفد جو کانگریس کا ہم خیال ہے آجکل دریاباد آیا ہوا ہے۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے مگر تعلقات تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں قیام اُن کا دھرم شالہ میں ہے حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں۔ ان کا رہنا سہنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ ہے۔"
(نوائے وقت ۱۲ مارچ ۱۹۴۶ء صدق لکھنؤ ۲ فروری ۱۹۴۶ء)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دیوبند کے طلباء

دیوبندی مکتبہ فکر کے مقتدر عالم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے تھے، جب تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوا تو انھوں نے کانگریس نواز جمعیت علمائے ہند" کے غیر اسلامی نظریۂ قومیت متحدہ سے اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت العلماء اسلام کے نام سے ایک جماعت کی بنیاد رکھی، یہ بات دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے لیے ناقابلِ برداشت ہوئی لہٰذا انھوں نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے

جو سلوک کیا اُس سے دارالعلوم دیوبند کے طلباءُ اور اساتذہ کے کردار، اخلاق اور سیرت کی ایک جھلک نمایاں ہو جاتی ہے۔ جناب علامہ شبیر احمد عثمانی رح تحریر فرماتے ہیں کہ:-

دارالعلوم دیوبند کے طلباءُ نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں۔"

(مکالمۃ الصدرین ص۳۱)

دارالعلوم دیوبند کے طلباءُ نے گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا۔"

(مکالمۃ الصدرین ص۳۱)

قارئین کرام! گذشتہ اوراق میں ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور کانگریسی و احراری مولویوں کے گھناؤنے کردار کا مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس سے حقیقت حال پوری طرح بے نقاب ہو جاتی ہے اور کانگریسی و احراری مولویوں کے اس پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہو جاتا ہے کہ ہم نے نظریہ پاکستان کی مخالفت نہیں کی اور پاکستان مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی قربانیوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا۔ یہ ہے وہ اصل فریب جو ہماری قوم کو اب دیا جا رہا ہے اور حسب سابق گرگٹ کی طرح ایک نیا روپ بدلتے ہوئے ملت کے کروڑوں افراد کو انتہائی مکاری اور عیاری کے ساتھ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ مفاد ملت کے خلاف پاکستان

کے قیام کی مخالفت کر کے جس غداری کا ارتکاب کیا ہے وہ سرزد ہی نہیں ہوئی، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کانگریسی مولویوں نے تحریکِ حصولِ پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے دجل و فریب کے صالحانہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر پاکستانی قیادت پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے اور بہتان باندھے کہ جن پر عقل روئے اور بصیرت ماتم کرے۔ ان کانگریسی مولویوں نے گاندھی اور نہرو کے کافرانہ نظام کے قیام کی خاطر سر توڑ کوششیں کیں اور آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ کو غلط معنی پہنا کر مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے کی تلقین کرتے رہے۔ یہ تاریخِ پاکستان کے وہ انمٹ نقوش ہیں جنھیں تحریکِ پاکستان سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ گاندھی، نہرو اور سردار پٹیل وغیرہ کفار کی محبت کے جوش میں انھوں نے قائدِ اعظمؒ اور ان کے رفقاء پر کون سا افترا ہے جو وضع نہیں کیا اور کون سا سنگین الزام ہے جو نہیں لگایا اور کون سا بہتان ہے جو نہیں تراشا۔ آئندہ اوراق میں قیامِ پاکستان کے بعد کانگریسی عیار کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ کانگریسی علماء نے ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ قائدِ اعظمؒ کی روح سے اپنی سابقہ شکست کا انتقام لینے کے لئے اسلام دشمن عناصر کے ساتھ مل کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کر کے اکھنڈ بھارت بنانے میں سرگرمِ عمل ہیں لیکن انشاء اللہ یہ لوگ اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کانگریسی کا کردار!

قیامِ پاکستان کے بعد کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلماء ہند کا

وجود تقریباً ختم ہو گیا۔ اگرچہ ہندوستان میں اس جماعت کا ابھی تک خاصا اثر و رسوخ موجود ہے پاکستان میں اس جماعت کے جو ارکان موجود تھے وہ تمام کے تمام غیر معروف لوگ تھے جن میں مفتی محمود، گل بادشاہ، مولوی احمد علی لاہوری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ مولوی احمد علی لاہوری نے پیری مریدی کا سلسلہ شروع کر دیا اور ہفت روزہ "خدام الدین" کے ذریعے اپنی شخصیت کو روحانی بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا، احراری رہنما مولوی غلام غوث ہزاروی بھی ان کے ساتھ تعویذ گنڈوں میں ہاتھ بٹانے لگے اور اصلی سلاحیت کا کاروبار بھی جاری رکھا گل بادشاہ نے اکوڑہ خٹک میں عربی مدرسہ کھول لیا اور اس طرح عوام مسلمانوں سے دین کے نام پر چندے بٹورنے شروع کر دیئے اور پوشیدہ طور پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

مفتی محمود اور سرحدی گاندھی

مفتی محمود کانگریس کی ہمنوا جمعیت العلمائے ہند کے سرگرم رکن تھے اور تحریکِ پاکستان کی سخت مخالفت کرتے رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں گاندھی اور ہندو کے سیکولرزم، لادینی نظام کے قیام کے لیے کوشاں رہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد پاکستان کے بدترین دشمن سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔

سرحد ریفرنڈم میں مفتی محمود نے پاکستان کے خلاف ووٹ ڈلوانے کی مہم شروع رکھی۔ جب خان عبدالقیوم خاں سرحد میں وزیرِ اعلیٰ بنے اور انھوں نے سرخ پوشوں کے خلاف سخت کارروائی کا پروگرام بنایا تو

پاس کر کے بھیجا، حالانکہ مخلوط انتخاب کی حمایت تحریکِ پاکستان کے دو قومی نظریہ سے انحراف کے مترادف تھا اور یہ پاکستان سے کھلی غداری تھی، مفتی محمود نے مخلوط انتخاب کا بل پاس ہو جانے پر ڈاکٹر خان اور کانگریس کے صدر جی کے داس کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے۔ اس طرح مفتی محمود شروع دن سے اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی میں واضح مقام رکھتے ہیں۔

مفتی محمود حقیقت کے آئینہ میں

مارشل لاء کا نفاذ:۔ ۱۹۵۸ء میں جب ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا اور ایوب خان بندوق کی گولی کے زور سے برسرِ اقتدار آئے تو ملتان سے مفتی محمود نے سب سے پہلے خوش آمدید کہا اور مارشل لاء پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

عائلی قوانین کا آرڈیننس:۔ جب ایوب خان نے مارشل لاء میں عائلی قوانین کا آرڈیننس جاری کیا تو اس وقت بھی مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی زبانیں خاموش رہیں اور ایک لفظ بھی اس کی مذمت میں نہ کہہ سکے جبکہ علماءِ حق نے اس وقت بھی عائلی قوانین کے خلاف آواز بلند کی اور اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ کا انکشاف

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما جناب حمزہ صاحب نے میونسپل پارک کمالیہ میں جمہوری پارٹی کے زیرِ اہتمام جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ "عائلی قوانین منظور کرانے میں مفتی محمود اور افضل چیمہ

پیش پیش تھے لیکن اسکے نفاذ کے بعد یہی لوگ اسکے نام نہاد مخالف بن گئے ۔" (عبارت ۳۰ اپریل ۱۹۷۰ء)

برادرانِ ملت ! جناب حمزہ کے مذکورہ بالا بیان سے مفتی محمود اور ان کے حواریوں کی اسلام دوستی بے نقاب ہو جاتی ہے اور ہر شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ مفتی محمود وغیرہ کس طرح دورخی پالیسی پر چل کر عوام کو گمراہ کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام کی بحالی اور مفتی محمود

ملک میں چار سال سیاسی سرگرمیاں معطل رہنے کے بعد جب ۱۹۶۲ء میں مارشل لاء کا اختتام ہوا اور سیاسی جماعتیں بحال ہوئیں جمعیت العلماء اسلام کے رہنما ابھی اس کے احیاء کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ . . . . .

مفتی محمود صاحب نے موقع غنیمت جانا اور نہایت ڈھٹائی و بے شرمی سے جمعیت کے نام کو اغوا کر کے "جمعیت العلماء اسلام" کی بحالی کا آل پاکستان بنیادوں پر اعلان کر دیا، اور اپنے آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانی کا جانشین ظاہر کرنے لگے حالانکہ علامہ شبیر احمد عثمانی سے مفتی محمود یا غلام غوث ہزاروی کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا، یہ لوگ اصل میں کانگریس کے ہمنوا مولانا حسین مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے خوشہ چیں اور حاشیہ بردار تھے، جو پاکستان کے بنیادی طور پر مخالف تھے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا اظہار حقیقت

مرکزی جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا ادریس احمد کاندھلوی وغیرہ نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ لوگ سابق کانگریسی اور نظریۂ پاکستان کے مخالف تھے چنانچہ

مولانا احتشام الحق تھانوی نے ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی کے ۲۵ جون ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں شائع ہونے والے اپنے انٹرویو میں کہا کہ "آج کل جمعیت العلماء اسلام کے نام سے جو لوگ سرگرم ہیں انھیں تحریک پاکستان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ سب نظریہ پاکستان کے دشمن تھے۔ ان ہی لوگوں سے ہم نے علامہ شبیر احمد عثمانی کی قیادت میں جنگ لڑی تھی، اب انہوں نے جمعیت العلماء اسلام کے نام پر ہی قبضہ کرلیا ہے۔ اس وقت تحریک پاکستان سے زیادہ فیصلہ کن مرحلہ درپیش ہے اب ہمیں نظریہ پاکستان کی بقاء کی جنگ لڑنی ہے کانگریسی علماء نے اس نظریہ کی بیخ کنی کے لئے اُس وقت بھی کوشش کی تھی جب ہم پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے اور آج بھی وہ اپنا وزن اس نظریہ کے مخالفین کے پلڑے میں ڈال رہے ہیں"۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان پر غور فرمائیں کہ کس طرح مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے جمعیت العلماء اسلام پر قبضہ کیا اور پاکستان کے خلاف منظم طور پر سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

جمعیت العلماء پاکستان اور کانگریسی مولوی

مارشل لاء کے اختتام کے بعد دیگر جماعتوں کی بحالی کیساتھ جمعیت العلماء پاکستان بھی بحال ہوگئی جو علمائے اہلسنت بریلوی پر مشتمل ہے۔ تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت والجماعت بریلوی اور مشائخ عظام نے اہم کردار ادا کیا ہے تحریک پاکستان کے مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یہ تاریخ کے وہ انمٹ نقوش ہیں جنہیں تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کیا جاسکتا، مارشل لاء کے بعد

جمعیت العلماء پاکستان نے اپنے عقائدِ حقہ کی تبلیغ وسیع بنیادوں پر شروع کر دی، نظریۂ پاکستان کے بدترین دشمن کانگریسی مولوی خائف ہونے لگے، چنانچہ مفتی محمود اینڈ کمپنی نے اپنے بھارتی آقاؤں کے اشارے پر ملک میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کیلئے علمائے اہلسنت بریلوی کیخلاف خطرناک منصوبہ بنایا اور مفتی محمود نے بریلوی زعماء اور اکابرین پر تکفیر بازی کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنے شاگردِ خاص مولوی ضیاء القاسمی لائلپوری کو اس ناپاک مشن کا سپہ سالار بنایا، چنانچہ مولوی ضیاء القاسمی وغیرہ نے اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ؒ، محدث پاکستان مولانا سردار احمد ؒ لائلپوری، غزالی زماں مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی، مجاہدِ ملت مولانا عبد الحامد بدایونی صدر جمعیت العلماء پاکستان اور دیگر اکابرین پر بیہودہ الزامات اور بہتان باندھے، کھلے جلسوں میں تمسخر اڑایا، غلیظ گالیاں دی گئیں۔ لیکن علمائے اہلسنت کے صبر و تحمل کی وجہ سے یہ معاملہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا

۱۹۶۵ء کا صدارتی انتخاب اور کانگریسی مولوی

ایوبی آمریت کے خلاف متحدہ حزبِ اختلاف نے تحریکِ جمہوریت کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخاب میں سی، او، پی (متحدہ حزبِ اختلاف) نے قائداعظم ؒ کی ہمشیرہ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح ؒ کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح ؒ کے میدانِ انتخاب میں آنے سے ایوب خاں کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا اور اس نے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کو سبز باغ دکھا کر ان سے خفیہ معاہدہ کر لیا چنانچہ ان کانگریسی مولویوں نے ایوب خان کا حق نمک ادا کرنے کیلئے محترمہ فاطمہ ؒ کی مخالفت میں زبردست و شرمناک تحریک چلائی اس وجہ سے نہیں کہ شرعاً عورت کا ... ...

سربراہِ مملکت بننا ناجائز ہے بلکہ اس وجہ سے کی کہ وہ قائدِ اعظمؒ کی بہن تھیں اور قائدِ اعظمؒ سے انہیں ازلی دشمنی ہے، یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ صرف مادرِ ملتؒ کی مخالفت کرتے رہے اور ایوب خاں کے بارے میں ان کا رویہ حوصلہ افزا رہا۔

نوابزادہ نصراللہ خاں کا بیان،

مغربی پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نواب زادہ نصراللہ خان صاحب نے خان گڑھ کے قریب ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:۔

مولانا مفتی محمود نے گذشتہ صدارتی انتخاب کے دوران مادرِ ملت کیخلاف ایوب خان کی حمایت میں ووٹ دیا تھا۔ (روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء)

مفتی محمود نے سابق وزیر تجارت عبدالغفور خان ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے: مولوی فرید احمد کا انکشاف!

پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنما مولانا فرید احمد صاحب نے پشاور کے چوک یادگار میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

جمعیت علماء اسلام (ہزاروی گروپ) کے ناظم اعلیٰ مفتی محمود نے گول میز کانفرنس کے دوران سابق وزیر تجارت نوابزادہ عبدالغفور ہوتی سے ۵ ہزار روپے وصول کئے تھے، اور گذشتہ صدارتی انتخابات کے موقع پر حکومت نے مفتی محمود کے مدرسہ کیلئے فنڈ جمع کرکے دیا تھا، اس فنڈ کے طور پر مفتی محمود نے ہزاروں روپے حکومت سے وصول کئے (روزنامہ امروز ملتان کی روایت ۵۰ ہزار روپے وصول کرنے کی ہے (روزنامہ جسارت ملتان ۲۶ مارچ ۱۹۷۰ء)

قارئین کرام! پاکستان جمہوری پارٹی کے ممتاز رہنماؤں کے مذکورہ بالا بیانات سے مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ کانگریسی مولویوں کے گھناؤنے کردار کا اندازہ لگائیے کہ یہ لوگ کس طرح خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی مفاد کے حصول کیلئے دین کو قربان کر دیتے ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناح کی مخالفت اور ایوب خان کی حمایت کے اسباب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دوسرا ترمیمی بل اور مفتی محمود!

سابق صدر ایوب خان کے اپنے بنائے ہوئے ۱۹۶۲ء کے آئین میں ایک شق یہ بھی تھی کہ انتخاب سے تین ماہ قبل صدر کو کرسی صدارت سے الگ ہو جانا پڑے گا اور قومی اسمبلی کا سپیکر صدارت کے فرائض سنبھال لیگا۔ یہ بات ایوب خان اور ان کے حواریوں کیلئے تشویشناک تھی۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ پولیس اور فوج کی نگرانی اور حفاظت کے بغیر وہ عوام کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ نیز کرسی صدارت سے الگ ہو کر ووٹروں پر دباؤ ڈالنا بھی آسان نہیں تھا۔ اس لئے اُس نے آئین میں ترمیم کرنے کیلئے ترمیمی بل اسمبلی میں پاس کرانے کیلئے پیش کیا۔ لیکن اسے اس ترمیم کیلئے حکومتی پارٹی کے ووٹروں کے علاوہ باہر سے بھی ایک ووٹ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ایک مرکزی سیکرٹری کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نامعلوم ایوب خان نے مفتی محمود کو کیا سبز باغ دکھائے اور کیسے ترنوالے کھلائے کہ مفتی محمود ایوب خاں کے حق میں ووٹ استعمال کرنے پر مجبور ہو گئے۔

مفتی محمود یہ جانتے ہوئے کہ ایوب خان نے عائلی قوانین اور خاندانی بندی

جیسے غیر اسلامی قوانین آرڈیننس کے ذریعے نافذ کر دیئے تھے جن کی مخالفت کرنا مفتی محمود پر لازم تھا۔ لیکن اسکے برعکس مفتی محمود نے ایوب خان کے حق میں ووٹ دیکر مزید دہ سال تک کیلئے ایوب خان کی آمریت کو برقرار رہنے کا موقع دیا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر مفتی محمود ایوب خاں کے حق میں ووٹ نہ دیتے تو وہ کبھی دوبارہ برسر اقتدار نہ آتا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کو پامال نہ کیا جاتا۔ ایوب خان کے دور میں الحاد و بے دینی اور علاقائی عصبیتوں کو جو فروغ ہوا مفتی محمود اس میں برابر کے شریک ہیں اور روزِ قیامت ایوب خاں کے ساتھ ہی سزا پائیں گے۔ (ایشیا ۱۴ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

غلام غوث ہزاروی کا بہتان!

انہی دنوں صدارتی انتخابات کے بعد مفتی محمود کے دست راست غلام غوث ہزاروی نے مغربی پاکستان اسمبلی میں ایوب خاں کے کارندوں کے ایماء پر سنسنی پیدا کرنے کیلئے یہ اعلان فرما کر پورے ملک کو حیرت زدہ کر دیا کہ حزب اختلاف نے صدر ایوب خان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے "جو سراسر بہتان تھا اور حزب اختلاف کو بدنام کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا اعتراف غلطی!

پاکستان بن جانے کے بعد ہندوستان میں مجلس احرار کا وجود تک نہ رہا۔ مجلس احرار کے تمام اکابرین و زعماء مشرقی پنجاب سے مغربی پاکستان منتقل ہو گئے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ بیانی اور فن خطابت کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔ سیاسی اختلاف کے باوجود مسلم لیگ کا ایک طبقہ انہیں احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں اپنی سیاسی غلطیوں کا احساس ہوا اور وہ یہ

محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ انکا نام استعمال کر کے روٹیاں بٹورنے والے مولویوں کی بڑی تعداد خلوص و ایثار سے عاری ہے۔ چنانچہ انہوں نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ "ہم غلطی پر تھے اور قائد اعظمؒ راستی پر تھے، آج سے ہمارے لئے سیاست سور کی بوٹی ہے۔ اس اعلان کیساتھ ہی مجلس احرار کو ختم کر دیا اور سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور آخر دم تک اسپر قائم رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مجلس احرار کا بعد میں دوبارہ احیا کیا گیا۔ (ہفت روزہ اقدام لاہور ۲۵ اگست ۶۲ء)

تحریک ختم نبوت کا پس منظر!

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اعلان کے بعد احرار لیڈر آزاد ہو گئے، بعض تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور بعض نے حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کے ساتھ ناطہ جوڑ لیا، لیکن محمدؐ علی جالندھری، مولوی غلام غوث ہزاروی اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی وغیرہ نے پاکستان کو ذہنی طور پر قبول نہ کیا۔ اس لئے انکا کسی موجودہ جماعت میں شامل ہونا محال تھا اور نہ ان میں اتنی جرأت تھی کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی طرح بھارت سدھار جاتے۔ مگر منہ کو لگی بھی نہ چھوٹتی تھی لہٰذا یہ تینوں حضرات اپنے طور پر ایسے مواقع تلاش کرنے لگے جہاں سے انہیں اسٹیج میسر آسکے۔

مولوی محمدؐ علی جالندھری نے بڑا زرخیز دماغ پایا ہے فوری طور پر ایسا نسخہ تیار کر لیا جس میں شہرت بھی تھی، عزت بھی تھی، دولت بھی، وہ جانتے تھے کہ ختم نبوت کے معاملے میں مسلمانوں کے جذبات بڑے شدید اور طوفان خیز ہیں، قاضی احسان احمد شجاع آبادی جیسے خطیب کی رفاقت انہیں حاصل تھی، ظاہر

ہے انہیں اپنے پراجیکٹ میں کامیابی کیوں نہ ہوتی؛ چوہدری ظفراللہ خان قادیانی مرکزی وزیر تھے، خواجہ ناظم الدین مرحوم اپنی شرافت اور نرم مزاجی کیساتھ وزارتِ عظمیٰ پر رونق افروز تھے پنجاب میں میاں ممتاز محمد خان دولتانہ وزیرِ اعلیٰ تھے، میاں صاحب اور مولوی محمد علی جالندھری دونوں ذہین اور پیدائشی سیاسی تھے، میاں ممتاز دولتانہ کے شہر لدھان میں نہ معلوم کیلئے ہوا کہ اچانک قادیانیوں کیخلاف ملک گیر تحریک چل پڑی گولیاں چلیں، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان زخمی اور شہید ہوئے، جیلوں کی صعوبتیں برداشت کیں، کوڑے کھائے، مسلم لیگ بدنام ہوئی، مارشل لاء لگا، خواجہ ناظم الدین زیادہ دیر تک اس بدامنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور وہ مولویوں سے سمجھوتہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، دولتانہ کو مولوی محمد علی جالندھری نے سیاسی شکست فاش دی اور ختم نبوت کے اسٹیج پر مستقل قبضہ کر لیا، گرفتار شدہ مولویوں کی اکثریت نے معافیاں مانگ کر رہائی حاصل کی اور میاں افتخار الدین کے دستر خوان پر مہمان نوازی کے مزے لوٹے، مولوی محمد علی جالندھری اور انکے دیگر رفقاء نے ایک طرف لاکھوں روپیہ ختم نبوت کے نام پر عوام سے چندہ جمع کیا ہوا ہضم کیا اور دوسری طرف دولتانہ صاحب کی حکومت سے بھی ہزاروں روپے وصول کئے جس کی تفصیل رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب میں دیکھی جا سکتی ہے، تحریک ختم نبوت کو مذہب کے نام پر چلایا گیا اور کانگریسی و احراری مولویوں نے دجل و فریب سے علماء اہلسنت بریلوی کو آگے لگا کر ان کے کاندھے پر بندوق چلائی، عوام نے اس تحریک میں فقط ناموسِ رسالت کے تحفظ کے طور پر حصہ لیا اور شہید اور زخمی ہوتے اور قید کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، راقم الحروف نے بھی اس تحریک میں ادنیٰ رضاکار کی حیثیت سے

شرکت کی اور جیل کی سزا بھگتی، لیکن فی الحقیقت یہ تحریک دستانہ اور مولوی محمد علی جالندھری وغیرہ کی سیاست کا کرشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ استقدر ہمہ گیر تحریک چلنے کے باوجود ناکام ہوئی۔ اگر تحریکِ ختمِ نبوت کے قائدین کے دلوں میں خلوص و ایثار اور خدمتِ اسلام کا جذبہ ہوتا تو یہ تحریک کبھی ناکام نہ ہوتی۔

اشتراکیت اور کانگریسی علماء!

۱۹۶۸ء کے آخری دنوں اور ۱۹۶۹ء کے ابتدائی ایام میں ایوب خان کی آمریت کے خلاف عوام کا ردِعمل شدید طور پر ظاہر ہوا۔ حزبِ اختلاف کی جماعتوں، مسلم لیگ (کونسل)، نظامِ اسلام پارٹی، قومی جمہوری محاذ، عوامی لیگ، جماعتِ اسلامی اور جمعیت العلماء پاکستان پر مشتمل تحریکِ جمہوریت تشکیل دی گئی۔ تحریکِ جمہوریت کے اکابرین دس سال سے ایوب کی آمریت کیخلاف صف آرا تھے اور آمرانہ حکومت کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ تحریکِ جمہوریت آہستہ آہستہ عوامی تحریک بنتی چلی گئی۔ جب تحریک کامیابی سے ہمکنار ہونے کے قریب تھی تو اچانک ایوب خان کے چہیتے اور سابق وزیرِ خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی منظرِ عام پر آگئے اور انھوں نے منکرینِ حدیث کے گروہ "بزمِ طلوعِ اسلام" اور چوہدری غلام احمد پرویز کے خیالات سے متاثر ہو کر ان کے "اسلامی سوشلزم" کے نعرے کو بلند کیا اور قائدِ اعظم اور علامہ اقبال پر بھی بہتان باندھ دیا کہ انھوں نے بھی اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس نعرے نے ملک میں ایک انتشار و افتراق پیدا کر دیا اور ملک ایک نظریاتی کشمکش میں مبتلا ہو گیا جس نے اب خطرناک صورت اختیار کر لی ہے جس سے ملکی سالمیت کو کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

علمائے حق نے دورِ حاضر کے اس عظیم فتنہ سوشلزم کے خطرناک نتائج سے عوام کو آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور اسکی بقا و استحکام بھی اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطہ اور نظامِ حیات ہے جو ہماری زندگی کے تمام مسائل اقتصادی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، وغیرہ کو پُرامن طور پر حل کرتا ہے، غریبوں، مزدوروں، کسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں کسی غیر ملکی کافرانہ سوشلزم یا سرمایہ دارانہ نظامِ حیات کی ضرورت نہیں چنانچہ پاکستان کے تمام مکاتیبِ فکر کے ۱۱۳ جید اور ممتاز علمائے کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں سوشلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تاکہ عوام سوشلسٹوں کے فریب میں آکر اسلام کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں۔ "سوشلزم" کے کفر ہونے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے، اسلامی سوشلزم پر فریب اور منافقانہ اصطلاح ہے جو سوشلزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سوشلسٹوں کی طرف سے علماء کے اس فتوے کی مخالفت ناگزیر تھی کیونکہ فتوے کی وجہ سے وہ عوام کو آسانی سے گمراہ نہیں کر سکتے لیکن افسوس اس پر ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر ساتھی جو بزعمِ خویش پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مدعی ہیں) کی طرف سے علمائے حق کے اس فتوے کیخلاف ایک شرمناک تحریک چلائی گئی جا رہی ہے، اور فتویٰ دینے والے علما کو امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیا جا رہا ہے، اور طرفہ یہ کہ مفتی محمود اینڈ کمپنی انہی علما کے مرتب کردہ ۲۲ نکات کو آئین کی بنیاد بنانے کا مطالبہ بھی حکومت سے کرتے ہیں، اس طرح یہ دورُخی پالیسی اختیار کر کے عوام کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سوشلزم کی حمایت کیوں کرتی ہے!

ہر شخص جانتا ہے کہ جمعیت العلماء اسلام (ہزاروی گروپ) سابق کانگریسی اور احراری مولویوں پر مشتمل ہے جو نظریہ پاکستان کے بدترین دشمن تھے اور جنہوں نے خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر دنیوی اغراض کی تکمیل کیلئے گاندھی نہرو اور سردار پٹیل کے کافرانہ نظام کی حمایت کی تھی اور قائد اعظمؒ اور پاکستان کے خلاف انتہائی شرمناک سازشیں کیں اور گاندھی کے اکھنڈ بھارت کے نعرے کو عین اسلام قرار دیا حقیقت یہ ہے کہ کانگریسی علماء کی کانگریسی ذہنیت تبدیل نہیں ہوئی اور ان کے قلوب کفار و مشرکین کی محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ آج کل ہندوستان کی مسز اندرا گاندھی نے سوشلزم کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے وہ اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے سوشلزم نظام کو رائج کرنا چاہتی ہے چنانچہ گاندھی اور نہرو کے پاکستانی ایجنٹ کانگریسی مولویوں مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ نے بھی سوشلزم کی حمایت کو جزو ایمان بنا لیا ہے تاکہ مسز اندرا گاندھی کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور اپنے عمل سے گاندھی نہرو سے اپنی وفاداری کا ثبوت مہیا کریں۔

مولوی اسد مدنی کا دورہ پاکستان

مشہور کانگریسی مولوی حسین احمد مدنی کے صاحبزادے اور بھارتی پارلیمنٹ کے ممبر مولوی اسد مدنی گذشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے (یہ انکا ایک سال میں دوسرا دورہ تھا) پاکستان آنے کے بعد وہ دیوبندی مکتب فکر کے جید علماء مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا ادریس احمد کاندھلوی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ سے ملاقات نہیں کرتے بلکہ اپنے والد حسین احمد مدنی کے دیرینہ کانگریسی ساتھی مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی وغیرہ سے ملاقات کرتے ہیں اور جلسوں، دعوتوں اور پریس کانفرنسوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے جس میں مفتی محمود وغیرہ بھی انکے والد حسین احمد مدنی کو خراج تحسین پیش کر کے مولوی اسعد مدنی کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ہم بدستور اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ہم نے

پاکستان کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کو اکھنڈ بھارت بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کانگریسی مولوی سوشلزم کی حمایت کرکے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے اپنی تمام قوتیں بروئے کار لا رہے ہیں۔

برادرانِ ملت! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مولوی اسعد مدنی نہرو کے معتمدِ خاص رہے ہیں نہرو کی وفات کے بعد لال بہادر شاستری کے مقربِ خاص بنکر مستقل رہائش دہلی میں اختیار کرلی لال بہادر شاستری کے بعد مسز اندرا گاندھی کے معتمدِ خاص ہیں اور ہر سال حکومتِ ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے حج کے موقع پر سعودی عرب جانے لگے ہیں۔ انکا حالیہ دورۂ پاکستان خطرے سے خالی نہیں ہے۔ عوام میں انکا دورۂ پاکستان موضوعِ بحث بنا ہوا ہے کہ یہ بھارتی پارلیمنٹ کا ممبر الیکشن کے موقع پر پاکستان کے دورہ پر کیوں آیا؟

مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی جواب دیں!

جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ عام اجلاسوں میں بارہا اعلان کرچکی ہے کہ ہماری جماعت غریب ہے اور غریبوں، مزدوروں، کسانوں کی حمایت کریگی، اور اپنے مخالفین پر امریکی امداد کے بے بنیاد الزامات لگاتی ہے، اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مفتی محمود کی جمعیت علماء کی جمعیت ہے اور علماء کے پاس سرمایہ کہاں؟ وہ تو دوسرے لوگوں کے چندوں پر گذارہ کرتے ہیں، پھر آئندہ ہونے والے الیکشن کیلئے ۲ سو جیپیں صرف مغربی پاکستان کیلئے خریدنے کی صدر یحییٰ کو پرمٹ کی جو درخواست دی ہے اور مشرقی پاکستان کے لئے الگ خریدی جائیں گی۔ اتنی کثیر رقم کہاں سے آئی۔ عوام مفتی محمود سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسعد مدنی کے دورہ کے چند روز بعد اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسعد مدنی کا حالیہ دورۂ پاکستان درحقیقت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔

(روزنامہ ندائے ملت، ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء)

حرفِ آخر:۔ ہم نے مختصر طور پر گذشتہ صفحات میں کانگریسی علماء کے ماضی اور حال کا جائزہ لیا ہے، اور ان پاکستان دشمن کانگریسی مولویوں کے عزائم و مقاصد

اور تضادات کے کافی گوشے آپ کے سامنے آگئے ہیں کہ ان لوگوں نے کس کس انداز اور کن کن طریقوں سے تحریکِ پاکستان اور قائدِ تحریک کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کئے اور اسلام کے نام پر گاندھی اور نہرو کے سیکولرزم (لادینی نظام) کی حمایت کرتے رہے اور جب ان کی سر توڑ مخالفتوں کے باوجود پاکستان بفضلہٖ تعالیٰ معرضِ وجود میں آگیا تو یہ کانگریسی مولوی پاکستانی قیادت کے خلاف نفرتوں اور کدورتوں کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسندِ اقتدار پر قبضہ جما کر اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لیں اور پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت بنا دیں، یہی ان کا مقصود و منشاء ہے۔

تاریخِ پاکستان کا سیاہ باب

قائدِ اعظمؒ کی قیادت کی مخاصمت اور تحریکِ پاکستان کی مخالفت جس شد و مد سے ان کانگریسی مولویوں نے کی ہے وہ تاریخِ پاکستان کا ایک سیاہ باب ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ نے اسلام کو گاندھی اور نہرو کے بتوں پر قربان کر دیا تھا اور پاکستان کے خلاف ہر وہ حربہ استعمال کیا جو ان کے امکان میں تھا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو لوگ نظریۂ پاکستان کے دشمن تھے اور جنھوں نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کی تھی وہ کبھی بھی پاکستان کے دوست اور وفادار نہیں ہو سکتے۔ تاریخِ پاکستان کا ہر واقف بخوبی جانتا ہے کہ کانگریسی مولوی نظریۂ پاکستان کے مخالف تھے اور انھوں نے تحریکِ پاکستان کو ناکام کرنے کیلئے طرح طرح کے خطرناک اقدامات کئے تھے اور آج بھی یہ کانگریسی مولوی پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے

لئے اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر کے ساتھ ہیں اور اسلامی نظام کی حامی جماعتوں کے خلاف ایک شرمناک تحریک جاری کر رکھی ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل سیکولرزم (لادینی نظام) کی حمایت بھی اسلام کے مقدس نام پر کرتے رہے اور آج پھر پاکستان میں اسلام کے برعکس (سوشلزم) لادینی نظام کے قیام کی حمایت بھی اسلام کے معصوم نقاب چہروں پر ڈال کر کر رہے ہیں، لیکن مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اور ان کے دیگر پاکستان دشمن ساتھیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ پاکستان اس اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا جو محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور برصغیر کے مسلمانوں نے بے شمار قربانیاں دے کر اسے حاصل کیا۔ یہاں پر مفتی محمود اینڈ کمپنی پاکسی اور دشمنِ اسلام کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ پاکستان میں غیر ملکی لادینی نظام نافذ کریں، جب تک علماحق کا وجود باقی ہے وہ کانگریسی مولویوں کے ناپاک عزائم کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے اور بھارت کے ان ایجنٹوں کے گھناؤنے کردار کو بے نقاب کیا جائیگا۔ پاکستان کی بقا و استحکام کیلئے تمام مکاتیبِ فکر کے علماءِ کرام کو متحد و متفق ہو کر اسلام دشمن سوشلسٹ عناصر اور کانگریسی مولویوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس کے دشمنوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور اسے شب و روز ترقی و فروغ حاصل ہو۔

آمین

ضیاء الحامدی نقشبندی مجددی

۱۲ اپریل ۱۹۷۰ء

مولا والا پرنٹرز لاہور

قابلِ مطالعہ کتابیں

زلزلہ	علامہ ارشد القادری	۹—۰۰
تبلیغی جماعت	″ ″ ″	۹—۰۰
جماعت اسلامی	″ ″ ″	۴—۰۰
جماعت اسلامی کا شیش محل	مولانا مشتاق احمد نظامی	۴—۵۰
قہر خداوندی	مولانا محمد حسن علی رضوی	۹—۰۰
برق آسمانی	″ ″	۷—۵۰
طمانچہ	مولانا خلیل اشرف	۵—۰۰
ہاتھی کے دانت	″ ″	۷—۵۰
مودودی جماعت کیا ہے	مولانا مشتاق احمد نظامی	۷—۵۰
منکرین رسالت کے مختلف گروہ	علامہ ارشد القادری	۳—۵۰
مکالمہ کاظمی و مودودی	علامہ احمد سعید کاظمی	۱—۵۰
آئینۂ مودودیت	″ ″ ″	۲—۲۵
مودودی اور اسلام	اکرام بصیر پوری	۱—۰۰
تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علما	چوہدری حبیب احمد	۶۰—۰۰
افکار و سیاسات علمائے دیوبند	مولانا محمد شریف نوری	۱۲—۰۰
حسام الحرمین	اعلیٰحضرت بریلوی	۷—۵۰
اکابر دیوبند اپنے آئینے میں	مولانا حسن علی رضوی	۱—۰۰
خون کے آنسو	مولانا مشتاق احمد نظامی	۱۵—۰۰